

قَالَ مَسْتَجَابُونَ ⑤

ساتھیوں کے حصہ کے مثل حصہ ملے گا،<sup>(۱)</sup> لہذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔<sup>(۲)</sup> (۵۹)  
پس خرابی ہے منکروں کو ان کے اس دن کی جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ (۶۰)

سورہ طور کی ہے اور اس میں انچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قسم ہے طور کی۔<sup>(۱)</sup>  
اور لکھی ہوئی کتاب کی۔<sup>(۲)</sup>  
جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے۔<sup>(۳)</sup>  
اور آباد گھر کی۔<sup>(۴)</sup>

وَالظُّوْرِ ۝  
وَكِتٰبٍ مِّنظُوْرٍ ۝  
فِیْ رَقٍ مِّنظُوْرٍ ۝  
وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝

(۱) ذُبُوْب کے معنی بھرے ڈول کے ہیں۔ کنویں سے ڈول میں پانی نکال کر تقسیم کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہاں ڈول کو حصے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مطلب ہے کہ ظالموں کو عذاب سے حصہ پہنچے گا، جس طرح اس سے پہلے کفر و شرک کا ارتکاب کرنے والوں کو ان کے عذاب کا حصہ ملا تھا۔

(۲) لیکن یہ حصہ عذاب انہیں کب پہنچے گا، یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اس لیے طلب عذاب میں جلدی نہ کریں۔  
(۳) طُوْر، وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے ہم کلام ہوئے۔ اسے طور سینا، بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ نے اس کے اسی شرف کی بنا پر اس کی قسم کھائی ہے۔

(۴) مَسْنُوْر کے معنی ہیں۔ مکتوب، لکھی ہوئی چیز۔ اس کا مصداق مختلف بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید، لوح محفوظ، تمام کتب منزلہ یا وہ انسانی اعمال نامے جو فرشتے لکھتے ہیں۔

(۵) یہ متعلق ہے مَسْنُوْر کے۔ رَق، وہ باریک چیز جس پر لکھا جاتا تھا۔ مَسْنُوْر بمعنی مَسْنُوْط، پھیلا یا کھلا ہوا۔

(۶) یہ بیت معمور، ساتویں آسمان پر وہ عبادت خانہ ہے جس میں فرشتے عبادت کرتے ہیں۔ یہ عبادت خانہ فرشتوں سے اس طرح بھرا ہوتا ہے کہ روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے عبادت کے لیے آتے ہیں جن کی پھر دوبارہ قیامت تک باری نہیں آتی۔ جیسا کہ احادیث معراج میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض بیت معمور سے مراد خانہ کعبہ لیتے ہیں، جو عبادت کے لیے آنے والے انسانوں سے ہر وقت بھرا رہتا ہے۔ معمور کے معنی ہی آباد اور بھرے ہوئے کے ہیں۔

اور اونچی چھت کی۔<sup>(۱)</sup> (۵)  
 اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی۔<sup>(۲)</sup> (۶)  
 بیشک آپ کے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے۔ (۷)  
 اسے کوئی روکنے والا نہیں۔<sup>(۳)</sup> (۸)  
 جس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا۔<sup>(۴)</sup> (۹)  
 اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے۔ (۱۰)  
 اس دن جھٹلانے والوں کی (پوری) خرابی ہے۔ (۱۱)  
 جو اپنی بیہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں۔<sup>(۵)</sup> (۱۲)  
 جس دن وہ دھکے دے<sup>(۱)</sup> دے کر آتش جہنم کی طرف

وَالسَّعِقَ الْرُفُوعَ ۝  
 وَالْبَصْرَ الْمَسْجُورَ ۝  
 إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝  
 نَالَهُ مِنْ دَانِعٍ ۝  
 يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مُمْرَاتًا ۝  
 فَكَيْدَ الْجِبَالِ سَيْرًا ۝  
 قَوْلِينَ يَوْمِئِذٍ لِّلْمَلَكِئِدِينَ ۝  
 الَّذِينَ هُمْ فِي حَوْضٍ مُّبَعُونَ ۝  
 يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ تَارِيحِهِمْ دَعَا ۝

(۱) اس سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لیے بمنزلہ چھت کے ہے۔ قرآن نے دوسرے مقام پر اسے ”محفوظ چھت“ کہا ہے۔ ﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا لَّا تَمَسُّهُنَّ مِنِّيَ الْغَوَاظُ وَالْوَهَّابُ الْمَظْمُونُونَ ﴾ (سورة الأنبياء ۳۲) بعض نے اس سے عرش مراد لیا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے چھت ہے۔

(۲) مجبور کے معنی ہیں، بھڑکے ہوئے۔ بعض کہتے ہیں، اس سے وہ پانی مراد ہے جو زیر عرش ہے جس سے قیامت والے دن بارش نازل ہوگی، اس سے مراد جسم زندہ ہو جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد سمندر ہیں، ان میں قیامت والے دن آگ بھڑک اٹھے گی۔ جیسے فرمایا ﴿ وَذَٰلِكَ الْبَإْسُ الَّذِي كَفَرُوا ﴾ (الشکویر ۱) ”اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔“ امام شوکانی نے اسی مفہوم کو اولیٰ قرار دیا ہے اور بعض نے مسجور کے معنی مملوئے (بھرے ہوئے) کے لیے ہیں، یعنی فی الحال سمندروں میں آگ تو نہیں ہے، البتہ وہ پانی سے بھرے ہوئے ہیں، امام طبری نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ اس کے اور بھی کئی معنی بیان کیے گئے ہیں (دیکھئے تفسیر ابن کثیر)

(۳) یہ مذکورہ قسموں کا جواب ہے۔ یعنی یہ تمام چیزیں، جو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی مظہر ہیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ کا وہ عذاب بھی یقیناً واقع ہو کر رہے گا جس کا اس نے وعدہ کیا ہے، اسے کوئی ٹالنے پر قادر نہیں ہوگا۔

(۴) مور کے معنی ہیں حرکت و اضطراب۔ قیامت والے دن آسمان کے نظم میں جو اختلال اور کواکب و سیارگان کی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے جو اضطراب واقع ہوگا، اس کو ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ مذکورہ عذاب کے لیے طرف ہے۔ یعنی یہ عذاب اس روز واقع ہوگا جب آسمان تھر تھرائے گا اور پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر روٹی کے گالوں اور ریت کے ذروں کی طرح اڑ جائیں گے۔

(۵) یعنی اپنے کفر و باطل میں مصروف اور حق کی تکذیب و استہزا میں لگے ہوئے ہیں۔

(۶) الدُّعْ کے معنی ہیں نہایت سختی کے ساتھ دھکیلنا۔

لائے جائیں گے۔ (۱۳)

یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ (۱۴)<sup>(۱)</sup>

(اب بتاؤ) کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو۔ (۱۵)<sup>(۲)</sup>

جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لیے یکساں ہے۔ تمہیں فقط تمہارے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ (۱۶)

یقیناً پرہیزگار لوگ جنتوں میں اور نعتوں میں ہیں۔ (۱۷)<sup>(۳)</sup>  
جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں اس پر خوش خوش ہیں، (۱۸)<sup>(۴)</sup> اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بھی بچالیا ہے۔ (۱۸)

تم مزے سے کھاتے پیتے رہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ (۱۹)<sup>(۵)</sup>

برابر بچھے ہوئے شاندار تختے پر تکیے لگائے ہوئے۔ (۲۰)<sup>(۶)</sup> اور

هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۱۳﴾

اَفَصِرْهُنَّ اَلْمَآءَ لَكُمْ لَا تَصِحُّوْنَ ﴿۱۴﴾

اِضَاوَهَا فَاَصِدْرًا اَوْ لَا تَصِدْرًا سَوًا حَلِيْمًا كَمَا اِنَّمَا تَجْعَلُوْنَ  
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّتٍ ذَوَّابِعٍ ﴿۱۶﴾

فَكِهْرٍ يَّمَّا لَنَهُمْ رِيْحٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَعَدَابُ الْجَنَّةِ ﴿۱۷﴾

كُلُوْا وَاشْرَبُوا مِنْ اَيِّهَا لَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

مُنْكِبِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَّزَوَّجْنَاهُمْ بِمُحْرَبِيْنَ ﴿۱۹﴾

(۱) یہ جہنم پر مقرر فرشتے (زبانیں) انہیں کہیں گے۔

(۲) جس طرح تم دنیا میں پیغمبروں کو جادوگر کہا کرتے تھے، بتلاؤ! کیا یہ بھی کوئی جادو کا کرتب ہے؟

(۳) یا جس طرح تم دنیا میں حق کے دیکھنے سے اندھے تھے، یہ عذاب بھی تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے؟ یہ تفریق و توخیج کے لیے انہیں کہا جائے گا، ورنہ ہرچیز ان کے مشاہدے میں آچکی ہوگی۔

(۴) اہل کفر و اہل شقاوت کے بعد اہل ایمان و اہل سعادت کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

(۵) یعنی جنت کے گھر، لباس، کھانے، سواریاں، حسین و جمیل بیویاں (حور عین) اور دیگر نعمتیں ان سب پر وہ خوش ہوں گے، کیونکہ یہ نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے بدرجہا بڑھ کر ہوں گی اور مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ کا مصداق۔

(۶) دوسرے مقام پر فرمایا ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوا مِنْ اَيِّهَا لَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لیے ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ بہت ضروری ہیں۔

(۷) مَصْفُوْفَةٍ، ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے۔ گویا وہ ایک صف ہیں۔ یا بعض نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے کہ

ہم نے ان کے نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی (حوروں) سے  
کردیئے ہیں۔ (۲۰)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان  
میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں  
گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے،<sup>(۱)</sup> ہر  
شخص اپنے اپنے اعمال کا گروہی ہے۔<sup>(۲)</sup> (۲۱)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ  
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلْتَنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ  
كُلُّ أُمَّةٍ لِيَمَّا كَسَبَ وَرَبُّنَا ۙ ﴿۲۱﴾

کے چہرے ایک ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے، جیسے میدان جنگ میں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہوتی ہیں۔ اس  
مفہوم کو قرآن میں دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ﴿عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ - (الصافات، ۴۴) ”ایک دوسرے  
کے سامنے تختوں پر فروکش ہوں گے۔“

(۱) یعنی جن کے باپ اپنے اخلاص و تقویٰ اور عمل و کردار کی بنیاد پر جنت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوں گے، اللہ تعالیٰ  
ان کی ایماندار اولاد کے بھی درجے بلند کر کے، ان کو ان کے باپوں کے ساتھ ملا دے گا۔ یہ نہیں کرے گا کہ ان کے باپوں  
کے درجے کم کر کے ان کی اولاد والے کمتر درجوں میں انہیں لے آئے۔ یعنی اہل ایمان پر دو گونہ احسان فرمائے گا۔ ایک  
تو باپ بیٹوں کو آپس میں ملا دے گا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، بشرطیکہ دونوں ایماندار ہوں۔ دوسرا، یہ کہ کم تر  
درجے والوں کو اٹھا کر اونچے درجوں پر فائز فرمادے گا۔ ورنہ دونوں کے ملاپ کا یہ طریقہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے کلاس  
والوں کو بی کلاس دے دے، یہ بات چونکہ اس کے فضل و احسان سے فروتر ہوگی، اس لیے وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ بی  
کلاس والوں کو اے کلاس عطا فرمائے گا۔ یہ تو اللہ کا وہ احسان ہے جو اولاد پر، آپا کے عملوں کی برکت سے ہو گا اور حدیث  
میں آتا ہے کہ اولاد کی دعا و استغفار سے آپا کے درجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے ایک شخص کے جب جنت میں درجے بلند  
ہوتے ہیں تو وہ اللہ سے اس کا سبب پوچھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیری اولاد کی تیرے لیے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ  
سے۔ (مسند احمد، ۲/۵۰۹) اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس  
کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ البتہ تین چیزوں کا ثواب، موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ۔  
دوسرا، وہ علم جس سے لوگ فیض یاب ہوتے رہیں اور تیسری، نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔“ (مسلم، کتاب  
الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الشواب بعد وفاته)

(۲) رَہِیْنٌ بِمَعْنَىٰ مَرْهُوْبٌ (گروہ شدہ چیز) ہر شخص اپنے عمل کا گروہی ہو گا۔ یہ عام ہے، مومن اور کافر دونوں کو شامل  
ہے اور مطلب ہے کہ جو جیسا (اچھایا برا) عمل کرے گا، اس کے مطابق (اچھی یا بری) جزا پائے گا۔ یا اس سے مراد صرف  
کافر ہیں کہ وہ اپنے اعمال میں گرفتار ہوں گے، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَہِیْنَةٌ﴾ \* اِلَّا الَّذِیْنَ  
اَلْمَلٰئِیْہِیْنَ ﴿الممدثر- ۳۸-۳۹﴾ ”ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہو گا۔ سوائے اصحاب الیمین (اہل ایمان) کے۔“

ہم ان کے لیے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے۔<sup>(۱)</sup> (۲۲)

(خوش طبعی کے ساتھ) ایک دوسرے سے جام (شراب) کی چھینا چھینی کریں گے<sup>(۲)</sup> جس شراب کے سرور میں تو بیہودہ گوئی ہوگی نہ گناہ۔<sup>(۳)</sup> (۲۳)

اور ان کے ارد گرد ان کے نو عمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ موتی تھے جو ڈھکے رکھے تھے۔<sup>(۴)</sup> (۲۴)

اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے۔<sup>(۵)</sup> (۲۵)

کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بہت ڈرا کرتے تھے۔<sup>(۶)</sup> (۲۶)

پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا۔<sup>(۷)</sup> (۲۷)

وَأَمَدَدْنَاهُمْ بِغَاكِهِمْ وَكَلِمَةٍ مَّآ يَشْتَهُونَ ﴿۲۲﴾

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوِ فِيهَا وَلَا تَأْتِيهِمْ ﴿۲۳﴾

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾

قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾

فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَدَابَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

(۱) اَمَدَدْنَا هُمْ بِمَعْنَى زِدْنَا هُمْ، یعنی خوب دیں گے۔

(۲) يَتَنَازَعُونَ، يَتَعَاطَوْنَ وَيَتَنَازَلُونَ ایک دوسرے سے لیں گے۔ یا پھر وہ معنی ہیں جو فاضل مترجم نے کیے ہیں۔ کاس،

اس پیالے اور جام کو کہتے ہیں جو شراب یا کسی اور مشروب سے بھرا ہوا ہو۔ خالی برتن کو کاس نہیں کہتے۔ (فتح القدیر)

(۳) اس شراب میں دنیا کی شراب کی تاثیر نہیں ہوگی، اسے پی کر نہ کوئی ہنکے گا کہ لغو گوئی کرے نہ اتنا مدہوش اور

مست ہو گا کہ گناہ کا ارتکاب کرے۔

(۴) یعنی جنتیوں کی خدمت کے لیے انہیں نو عمر خدام بھی دیئے جائیں گے جو ان کی خدمت کے لیے پھر رہے ہوں گے

اور حسن و جمال اور صفائی و رعنائی میں وہ ایسے ہوں گے جیسے موتی، بنے ڈھک کر رکھا گیا ہو، تاکہ ہاتھ لگنے سے اس کی

چمک دک ماند پڑے۔

(۵) ایک دوسرے سے دنیا کے حالات پوچھیں گے کہ دنیا میں وہ کن حالات میں زندگی گزارتے اور ایمان و عمل کے

تقاضے کس طرح پورے کرتے رہے؟

(۶) یعنی اللہ کے عذاب سے۔ اس لیے اس عذاب سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے رہے، اس لیے کہ انسان کو جس چیز کا ڈر

ہو تا ہے، اس سے بچنے کے لیے وہ تنگ و دو بھی کرتا ہے۔

(۷) سَمُومٌ، لو، جھلس ڈالنے والی گرم ہوا کو کہتے ہیں، جہنم کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے۔

ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے،<sup>(۱)</sup> بیشک وہ محسن اور مہربان ہے۔ (۲۸)

تو آپ سمجھاتے رہیں کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں نہ دیوانہ۔<sup>(۲)</sup> (۲۹)

کیا کافریوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے، ہم اس پر زمانے کے حوادث (یعنی موت) کا انتظار کر رہے ہیں۔<sup>(۳)</sup> (۳۰)

کہہ دیجئے! تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔<sup>(۴)</sup> (۳۱)

کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں؟<sup>(۵)</sup> یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں۔<sup>(۶)</sup> (۳۲)

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے (قرآن) خود گھڑ لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔<sup>(۷)</sup> (۳۳)

إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مَّتَرْتَابٍ بِهِ رَبِّبُ الْمُتُونِ ﴿۳۰﴾

قُلْ تَرْتَابُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُرْتَابِينَ ﴿۳۱﴾

أَمْ تَأْتُرُهُمْ آحَادٌ مِّنْهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳۲﴾

أَمْ يَقُولُونَ نَقَّوْلَهُ بَلْ أَدَّبُوا بِعِزِّي ﴿۳۳﴾

(۱) یعنی صرف اسی ایک کی عبادت کرتے تھے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، یا یہ مطلب ہے کہ اسی سے عذاب جنم سے بچنے کے لیے دعا کرتے تھے۔

(۲) اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ وعظ و تبلیغ اور نصیحت کا کام کرتے رہیں اور یہ آپ کی بابت جو کچھ کہتے رہتے ہیں، ان کی طرف کان نہ دھریں، اس لیے کہ آپ اللہ کے فضل سے کاہن ہیں نہ دیوانہ (جیسا کہ یہ کہتے ہیں) بلکہ آپ پر باقاعدہ ہماری طرف سے وحی آتی ہے، جو کہ کاہن پر نہیں آتی، آپ جو کلام لوگوں کو سناتے ہیں، وہ دانش و بصیرت کا آئینہ دار ہوتا ہے، ایک دیوانے سے اس طرح گفتگو کیوں کر ممکن ہے؟

(۳) زینب کے معنی ہیں حوادث، متون، موت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مطلب ہے کہ قریش مکہ اس انتظار میں ہیں کہ زمانے کے حوادث سے شاید اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو موت آجائے اور ہمیں چین نصیب ہو جائے، جو اس کی دعوت توحید نے ہم سے چھین لیا ہے۔

(۴) یعنی دیکھو! موت پہلے کسے آتی ہے؟ اور ہلاکت کس کا مقدر بنتی ہے؟

(۵) یعنی یہ تیرے بارے میں جو اس طرح اناپ شناپ جھوٹ اور غلط سلسلہ باتیں کرتے رہتے ہیں، کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سمجھتی ہیں؟

(۶) نہیں بلکہ یہ سرکش اور گمراہ لوگ ہیں، اور یہی سرکشی اور گمراہی انہیں ان باتوں پر برا لگینے کرتی ہے۔

(۷) یعنی قرآن گھڑنے کے الزام پر ان کو آمادہ کرنے والا بھی ان کا کفر ہی ہے۔

اجھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک (ہی) بات یہ  
(بھی) تولے آئیں۔<sup>(۱)</sup> (۳۳)

کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے  
ہیں؟<sup>(۲)</sup> یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟<sup>(۳)</sup> (۳۵)

کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ  
یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔<sup>(۴)</sup> (۳۶)

یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟<sup>(۵)</sup> یا  
یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں۔<sup>(۶)</sup> (۳۷)

یا کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر سنتے  
ہیں؟<sup>(۷)</sup> (اگر ایسا ہے) تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل  
پیش کرے۔ (۳۸)

کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے

قَلِيْلًا تَكُوْنُ اَصْدِيْقًا مِّمْلَةٍ اِنْ كَانُوْا اَصْدِيْقِيْنَ ﴿۳۳﴾

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ سَمٰیۙ اَمْ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾

اَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۙ بَلْ اَلُوْا يَوْمًا ﴿۳۶﴾

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزٰوِيْنُ رَبِّكَۙ اَمْ هُمُ الْمُخْتَبِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اَمْ لَهُمْ سُلٰوِيْمٌ مِّمَّوْنَۙ فَاِذْ قَلِيْلًاۙ مِّنْ مَّعْمُوْمٍۙ يَّمْلِكُنْ  
تُؤَيُّوْنَ ﴿۳۸﴾

اَمْ لَهٗۙ الْاٰمَنٰتُۙ وَلَكُمُ الْاٰمَنُوْنَ ﴿۳۹﴾

(۱) یعنی اگر یہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں کہ یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنا گھڑا ہوا ہے تو پھر یہ بھی اس جیسی  
کتاب بنا کر پیش کر دیں جو نظم، اعجاز و بلاغت، حسن بیان، ندرت اسلوب، تعین حقائق اور حل مسائل میں اس کا  
مقابلہ کر سکے۔

(۲) یعنی اگر واقعی ایسا ہے تو پھر کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ انہیں کسی بات کا حکم دے یا کسی بات سے منع کرے۔ لیکن  
جب ایسا نہیں ہے بلکہ انہیں ایک پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے، تو ظاہر ہے اس کا انہیں پیدا کرنے کا ایک خاص  
مقصد ہے، وہ انہیں پیدا کر کے یوں ہی کس طرح چھوڑ دے گا؟

(۳) یعنی یہ خود بھی اپنے خالق نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ کے خالق ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔

(۴) بلکہ اللہ کے وعدوں اور وعیدوں کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔

(۵) کہ یہ جس کو چاہیں روزی دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں یا جس کو چاہیں نبوت سے نوازیں۔

(۶) مُصَيِّرٌۙ يَّا مُسَيِّرٌۙ سَفَطٌۙ سے ہے، لکھنے والا جو محافظ و نگران ہو، وہ چونکہ ساری تفصیلات لکھتا ہے، اس لیے یہ  
محافظ اور نگران کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کیا اللہ کے خزانوں یا اس کی رحمتوں پر ان کا تسلط ہے کہ جس کو  
چاہیں دیں یا نہ دیں۔

(۷) یعنی کیا یہ ان کا دعویٰ ہے کہ سیڑھی کے ذریعے سے یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آسمانوں پر جا کر ملائکہ کی  
باتیں یا ان کی طرف جو وحی کی جاتی ہے، وہ سن آئے ہیں۔

(۳۹)؟ ہیں

کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا ہے کہ یہ اس کے  
تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں۔ (۳۰)<sup>(۱)</sup>

کیا انکے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟ (۳۱)<sup>(۲)</sup>  
کیا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں؟ (۳۲)<sup>(۳)</sup> تو یقین کر لیں  
کہ فریب خوردہ کافر ہی ہیں۔ (۳۲)

کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ  
تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے۔ (۳۳)

اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں  
تب بھی کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔ (۳۴)<sup>(۵)</sup>

تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ  
پڑے جس میں یہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے۔ (۳۵)

جس دن انہیں ان کا ٹکر کچھ کام نہ دے گا اور نہ وہ مدد  
کیے جائیں گے۔ (۳۶)

پیشک ظالموں کے لیے اسکے علاوہ اور عذاب بھی ہیں  
لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں۔ (۳۷)<sup>(۷)</sup>

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَقْرَمٍ مُتَقَلِّبُونَ ﴿۳۰﴾

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۳۱﴾

أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الْمَكِيدُونَ ﴿۳۲﴾

أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ غَيْرُ اللَّهِ يُسْبِحُونَ لِلَّهِ غَيْرَ يُنْذِرُونَ ﴿۳۳﴾

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَرْكُومٌ ﴿۳۴﴾

فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿۳۵﴾

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۳۶﴾

وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَٰكِن لَّا تَرَاهُمْ

لَا يَصْعَقُونَ ﴿۳۷﴾

(۱) یعنی اس کی ادائیگی ان کے لیے مشکل ہو۔

(۲) کہ ضرور ان سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرجائیں گے اور ان کو موت اس کے بعد آئے گی۔

(۳) یعنی ہمارے پیغمبر کے ساتھ، جس سے اس کی ہلاکت واقع ہو جائے۔

(۴) یعنی کید و مکر ان ہی پر الٹ پڑے گا اور سارا نقصان انہی کو ہو گا۔ جیسے فرمایا: ﴿وَلَا يَجِئُ الْمَكْرَ السَّيِّئِ إِلَّا يَأْخُذُ﴾

(فاطر، ۳۳) چنانچہ بدر میں یہ کافر مارے گئے اور بھی بہت سی جگہوں پر ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے۔

(۵) مطلب ہے کہ اپنے کفر و عناد سے پھر بھی باز نہ آئیں گے، بلکہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ عذاب

نہیں، بلکہ ایک پر ایک بادل چڑھا رہا ہے، جیسا کہ بعض موقعوں پر ایسا ہوتا ہے۔

(۶) یعنی نیا میں، جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿وَلَا تَنْفَعُهُمُ مِنَ الْعَذَابِ الَّذِي دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

(آلہم السجدۃ، ۲۱)

(۷) اس بات سے کہ دنیا کے یہ عذاب اور مصائب، اس لیے ہیں تاکہ انسان اللہ کی طرف رجوع کریں۔ یہ نکتہ چونکہ



تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے، بیشک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ صبح کو جب تو اٹھے<sup>(۱)</sup> اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کر۔ (۳۸) اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ<sup>(۲)</sup> اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی۔<sup>(۳)</sup> (۳۹)

سورہ نجم کی ہے اور اس میں باٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۳۸﴾

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۳۹﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نہیں سمجھتے اس لیے گناہوں سے تائب نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ پہلے سے بھی زیادہ گناہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح ایک حدیث میں فرمایا کہ ”منافق جب بیمار ہو کر صحت مند ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اسے کیوں رسیوں سے باندھا گیا۔ اور کیوں کھلا چھوڑ دیا گیا؟ (ابوداؤد، کتاب الجنائز، نمبر ۳۰۸۹)

(۱) اس کھڑے ہونے سے کون سا کھڑا ہونا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں جب نماز کے لیے کھڑے ہوں۔ جیسا کہ آغاز نماز میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ . . . پڑھی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں، جب نیند سے بیدار ہو کر کھڑے ہوں۔ اس وقت بھی اللہ کی تسبیح و تحمید مسنون ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب کسی مجلس سے کھڑے ہوں۔ جیسے حدیث میں آتا ہے۔ جو شخص کسی مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھ لے گا تو یہ اس کی مجلس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ . (سنن الترمذی، أبواب الدعوات، باب ما یقول إذا قام من مجلسه)

(۲) اس سے مراد قیام اللیل۔ یعنی نماز تہجد ہے، جو عمر بھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا۔

(۳) آئی: وَفَتْ إِذْبَارَهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ اس سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں، نوافل میں سب سے زیادہ اس کی نبی ﷺ حفاظت فرماتے تھے۔ اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا ”فجر کی دو سنتیں دنیا و ما فیما سے بہتر ہے“ (صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب تعاهد رکعتی الفجر ومن سماهما تطوعاً، و صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رکعتی الفجر)

☆ یہ پہلی سورت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مجمع عام میں تلاوت کیا، تلاوت کے بعد آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے پیچھے جتنے لوگ تھے، سب نے سجدہ کیا، سوائے امیہ بن خلف کے، اس نے اپنی مٹھی میں